وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القران)

قبیلہ

نور احمد خیل

بھاٹیہ

نسب مع احوال

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا فیضان یافتہ خانوادہ

مؤلفہ

خواجہ نعمان نیئر کلاچوی

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (القرآن)

اور ہم نے قومیں اور قبیلے بنا دیئے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو، بلاشبہ تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

قبیلہ

نوراحمد خیل

بھاٹیہ

نسب مع احوال

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا فیضان یافتہ خانوادہ

مؤلفہ

خواجہ نعمان نیرؔ کلاچوی

نام کتاب	قبیلہ نوراحمد خیل بھاٹیہ
تالیف وتحقیق	خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی
کتابت وتزئین	خواجہ نعمان نیئرؔ کلاچوی
سرِورق	Cloud Vision, Karachi
ناشر	مرشد پبلی کیشنز، کلاچی، ڈیرہ اسماعیل خان
پی ڈی ایف ایڈیشن	جنوری 2024
آئی ایس بی این	978-969-2228-04-6

ترسیل:

مرشد پبلی کیشنز، چشتی میخانہ محلہ کمال خیل تحصیل کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، خیبر پختونخواہ۔

کتاب کسی بھی وقت نیشنل لائبریری آف پاکستان شاہراہ دستور، جی فائیو، اسلام آباد کے آفس میں مطالعہ کی جاسکتی ہے۔

انتساب

حضرت خواجه سیّدنا معین الدین چشتی اجمیری علیه التسلیم
کی نذر

فهـــرست

پیش لفظ

حامدًا و مصلّیاً و مسلّماً

سرزمینِ ہند ایک ایسا خطہ ہے جہاں ہزاروں سال سے ذات پات کا سماجی نظام قائم تھا۔ براہمن طبقہ نے پورے سماج کو فکری و سماجی غلام بنا رکھا تھا۔کھتری جو جنگ و جدل کیلئے خاص کر دیئے گئے تھے ایک طرف برہمن طبقہ کی آشیرواد سے نظمِ اجتماعی پر قبضے کر بیٹھے تھے تو دوسری طرف ویش طبقہ نے ایک عام ہندوستانی کو معاشی طور پر غلام بنا رکھا تھا۔ایسے میں ایک آدمی معاشی ،فکری اور سماجی لحاظ سے پوری طرح دب چکا تھا۔عام آدمی جسے ہندوستان کی زمین پر شودر کہا جاتا تھا محض کھتری اور ویش کی ہر جائز و ناجائز فرمائش پوری کرنے اور نہایت قلیل معیشت کے عوض زرخرید غلام بنا دیا گیا تھا۔ یہ غلامی اِس قدر تباہ کن اور دِگرگوں تھی کہ ایک عام آدمی یعنی شودر اِس جکڑ بندی سے نکلنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

اصل میں ایک آدمی جب کسی کھتری یا ویش کے قریب ہو کر اُس کی غلامی قبول کر لیتا تو وہ اَتی شودر (اَچھوت یا دَلت) سے نکل کر شودر بن جاتا۔اَتی شودر ہندوستانی سماج میں وہ لوگ تھے جنہیں شہر کی فصیل میں داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی اور جن کے گلے میں کٹوی (مٹی کا برتن) لٹکی ہوتی اور پچھواڑے پر بُہاری (جھاڑو) چمٹی ہوتی تا کہ اُن کی تھوک اور پیروں کے نشان سے دھرتی اَپوِتر (ناپاک) نہ ہو۔ یہ طبقہ عموماً ہندو طبقاتی نظام سے باہر ہوتا تھا اور سماج میں اِس کی کوئی جگہ نہیں تھی ۔پس ایسی قبیح سماجی صورتحال میں سندھو دھرتی پر دین اسلام اَبرِ رحمت بن کر آیا۔

یہ اَبرِ رحمت لانے والے وہ جلیل القدر نائبینِ رسول (صوفیاء کرام) تھے جن کی بے لوث محبت سے اور ایک آدمی کو گلے لگا کر اُسے دین اور سماجی رتبہ عطاء کرنے سے ہندوستان کی فضاء اِس انتہائی اذیت ناک سماجی قباحت سے پاک ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی سندھو دھرتی پر آیا جب یہاں براہمن طبقہ کا فکری تسلط، کھتری کا سیاسی تسلط اور ویش کا معاشی تسلط دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ایسی ہی ایک جلیل القدر ہستی، نائبِ رسول، سیّد الاولیاء، خواجہِ خواجگان خواجہ غریب نواز حضرت سیّدنا سیّد خواجہ معین الدین چشتی اجمیری المعروف رنگریز سرکار علیہ التسلیم والتکریم کی تھی جنہوں نے یہاں کے شودر طبقہ کو گلے لگایا۔اپنے پاس بٹھایا۔کمّی کمین کا مکروہ تصور مٹایا۔شخصی اور سماجی تعظیم بخشی اور سب سے بڑھ کر اِن کے سینے دین اسلام کی تابندہ روشنی سے منور کیئے۔

الحمد للہ علی ھذہ النعمۃ

یقیناً کسی بھی دین کا اِس سے بڑھ کر معجزہ اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے حاملین کو عزت اور تکریم سے بہرہ مند کر دے اور اسلام کا تو محور ہی شرفِ انسانیت کو رائج کرنا ہے۔ارشاد ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ یعنی ہم نے تکریم عطاء کی اولادِ آدم کو۔پس یہ اسلام ہی کا اعجازِ خاص تھا کہ سندھو دھرتی پر ہزاروں سال سے موجود انتہائی اذیت ناک اور مکروہ طبقاتی نظام دیکھتے ہی دیکھتے کافور ہوگیا۔ہند کی سرزمین پر اولیائے عظام کے قدم شرفِ انسانیت اور تکریمِ آدمیت کے نقیب بن کر کچھ ایسے پڑے کہ یہاں کا پورا سماجی نظم ہی بدل گیا۔پس یہی ہوتا ہے دین کا حقیقی اعجاز۔

حضرت خواجہ اجمیریؒ تیرھویں صدی عیسوی میں ہند کی زمین پر جلوہ افروز ہو کر یہیں کے ہو جاتے ہیں۔ باقی کی پوری زندگی آپ نے ہند کے صحرائی علاقہ راجستھان میں گزار دی اور آپ کا مزار اِسی علاقہ راجستھان کے ایک شہر اجمیر میں مرجعِ خلائق بنا ہوا ہے۔ حضرت خواجہ اجمیریؒ ہی کے فیض کی برکت تھی کہ ہمارے جدِ امجد کنھیّا لعل بھاٹیہ ثم معین الدین آپ کے دستِ بیعت پر اسلام کی روشنی سے منور ہوتے ہیں اور پھر اپنا تن من دھن سب کچھ حضرت خواجہ اجمیریؒ پر قربان کر کے بقیا عمر آپ کی عطاء کی گئی روشنی سے منور رہتے ہیں۔

بھاٹیہ دراصل اُس زمانے میں راجستھان کے علاقے جیسلمیر کا ایک شودر طبقہ تھا جس کا ایک طرف براہمن نے جینا دوبھر کر رکھا تھا تو دوسری طرف بنیا (سود پر قرض دینے والا) جو ویش طبقہ سے تعلق رکھتا تھا نے زبردست معاشی استحصال کر رکھا تھا۔ یہ لوگ راجستھان میں مارواڑی کہلاتے تھے جو آج بھی موجود ہیں اور یہ ویش بھاٹیہ ہیں۔ کاروباری طبیعت کے لوگ ہیں اور پیسے کے حصول کیلئے کچھ بھی کر گزرنے کا جگرہ رکھتے ہیں۔

چنانچہ شودر بھاٹیہ طبقہ یا تو پوری زندگی مارواڑیوں کی معاشی غلامی میں گزار دیتا یا پھر اِن سے معاشی مدد نہ لیکر کسمپرسی کی زندگی میں جاتا رہتا۔ ایسے ظلم پرور ماحول میں حضرت خواجہ اجمیریؒ کی راجستھان آمد رومی غلاموں کیلئے حضرت مسیح علیہ السلام کی بعثت کی مانند تھی۔ آپ کا ایک معروف لقب خواجہ غریب نواز بھی ہے یعنی غریبوں کو نوازنے والا آقا۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ جدِ امجد غلامِ خواجہ حضرت معین الدین بھاٹیہ کچھ عرصہ مسلسل خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی خدمت میں رہے پھر معاشی مسائل کے سبب اجمیر سے واپس جیسلمیر چلے گئے۔ واپس جیسلمیر پہنچنے پر آپ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جن میں سے اکثریت مارواڑیوں کے خوف سے اسلام کی روشنی سے محروم رہ گئی۔

البتہ قبیلہ کے چند گنے چنے لوگ اور آپ کی اہلیہ اور دو بیٹے جدِ امجد حضرت معین الدین بھاٹیہ جواب شودر نہیں رہے تھے سے کلمہِ شہادت سیکھ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

اُن تمام تر افراد کا حال تو معلوم نہیں ہوسکا البتہ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ جدِ امجد کے چھوٹے فرزند حضرت غلام معین الدین فقیر اسلام کی کچھ بنیادی تعلیمات سے بہرہ مند ہو گئے تھے جنہوں نے بعد میں سلسلہِ چشتیہ کی ترویج کیلئے اپنے قبیلے میں دعوت و تبلیغ کا کام بھی جاری رکھا لیکن چونکہ پورا قبیلہ افلاس اور سماجی حرماں نصیبی کی اذیت میں گرفتار تھا اِس لئے صرف چند لوگ ہی اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت معین الدین بھاٹیہ کے چھوٹے فرزند کے بعد سلسلہِ چشتیہ کی دعوت تو جاری نہ رہ سکی البتہ بعد کے ادوار میں خاندان میں اسلامی عقائد اور طرزِ معاشرت آہستہ آہستہ پنپنے لگی۔ ہند کی زمین پر طبقہِ چہارم یعنی شودر کا سب سے بڑا مسئلہ روٹی رہا ہے۔ پاک و ہند میں یہ طبقہ آج تک روٹی کے مسئلے سے آزاد نہ ہوسکا۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہونے کے باوجود بھی اِس طبقہ میں دینی شعور قریباً ناپید رہا اور یہ روش آج بھی جاری ہے۔ حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کے متعلق ایک عام روایت یہ ہے کہ ہند کی زمین پر آپ کے دستِ مبارک پر کم و بیش نوّے ہزار ہندو اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہوئے اور یہی قرینِ قیاس بھی ہے کیونکہ ہند کی زمین پر اکثریت ہندوؤں کی تھی جن میں اکثریت سناتن دھرم کے ماننے والوں کی تھی۔

البتہ طبقہِ چہارم کی سناتن دھرم میں کوئی جگہ نہیں تھی کیونکہ وہ اِس قابل ہی نہیں تھا کہ وہ براہمن سے دھرم شِکشہ لے سکے بلکہ براہمن واد کی ایک معروف روایت تھی کہ اگر کوئی شودر غلطی سے بھی وید (ہندو مذہبی کتاب) سن لیتا تو اُس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا جاتا اور یہ صرف ایک روایت نہیں بلکہ حقیقت میں یہ ظلم کئی بار انجام دیا جا چکا۔

چنانچہ ایسے ظلم پر مبنی حالات میں شودر چاہ کر بھی دھرم شِکشہ (دینی تعلیم) کی طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔ یہ تو کرم ہوا صوفیاء کرام کا جنہوں نے ایک عام آدمی (شودر) کو اسلام کے واسطے سے سماجی تکریم بخشی اور اِسے اِس قابل بنایا کہ وہ ہندوسماج میں دیگر مقتدر و متمول طبقہ کے ساتھ سر اُٹھا کر جی سکے۔

یہ حضرت بابا صاحب سیّدنا خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کا فیضان تھا کہ ہمارے جدِ امجد اور آپ کا پورا خاندان جیسلمیر میں براہمن کے مذہبی اور مارواڑی کے معاشی تسلط سے آزاد ہوا۔ پس آپ ہی کی برکات ایک طویل عرصے تک خاندان میں جاری رہیں حتیٰ کہ معاشی عاقبت نااندیشی نے بعد کے ادوار میں اسلام کی عملی صورت کو محض عقائد تک محدود کر دیا۔ روٹی کا مسئلہ کوئی معمولی یا دفع وقتی مسئلہ نہیں ہوتا کہ انسان سے اِس سے مستقل طور پر نجات حاصل کر لے بلکہ افلاس انسان کو تہذیب و روایت کے تمام تر دائروں سے آزاد کر دیتا ہے پس یہی کچھ واقعہ بعد کے ادوار میں خاندان کو درپیش رہا۔

چونکہ ہمارے جدِ امجد سلسلۂ چشتیہ کے بزرگ سیّدنا اجمیری علیہ التسلیم کی وساطت سے اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہوئے تھے اِس لئے آج بھی ہم آپ کا احسان بجا لانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے۔ پس قبیلہ نوراحمدخیل کے احوال و نسبی تفصیلات لکھنے کا خیال نہیں آتا اگر تو حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی خصوصی محبت و نظرِ کرم کا احسان پورے قبیلہ کو یاد دلانا مقصود نہ ہوتا۔

یہاں پر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے والدِ گرامی محمد اسماعیل صاحب پٹواری سلمہ اللہ تعالیٰ جنہوں نے مجھے نوراحمد کے خاندان کی مکمل اور معیاری دستاویز فراہم کی اور بعض روایات کی تنقیح کرنے میں رہنمائی فرمائی، کا خصوصی شکریہ ادا کروں۔

علاوہ ازیں میں اپنی والدہ ماجدہ سیّدہ نسیم اختر سلمہا اللہ تعالیٰ کا لاانتہاء مشکور ہوں کہ جنہوں نے خاندان کے متعلق متواتر اور اخبارِ آحاد روایات بتا کر میری تمام اُلجھنیں دور کیں اور کسی بھی وقت رہنمائی کیلئے خندہ پیشانی سے پیش آئیں۔ آخر میں اپنے انتہائی شفیق سینئر دوست اور گروشری پرناپ راجہ چترجی کا احسان مند ہوں کہ جنہوں نے قریباً ایک ماہ مسلسل رات گئے تک میری رہنمائی کی اور قدیم اور کِرم خوردہ دیوناگری سکرپٹ کا نہ صرف ترجمہ کر کے دیا بلکہ ضرورت پڑنے پر متن میں موجود مشکل مضامین کی وضاحت بھی کرتے رہے۔

اُمید ہے کہ قبیلہ کا ہر فرد حضرت خواجہ اجمیریؒ کی محبت اب ضرور یاد رکھے گا بلکہ اِسی سبب دین اسلام سے کماحقہ تمسک بھی قائم کرنے کی سعی کرے گا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی آل واجب التکریم اہلِ بیت علیہم السلام اور تمام مطیع اور وفادار صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین خصوصاً صوفیاء کرام علیہم السلام جن کی وساطت سے ہم اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہوئے، کی راہ پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

آمین ثم آمین

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیہ را روشنائی

فقیر

نعمان نیئر کلاچوی کلاچی، دسمبر 2023

نسب کیسے بنتا ہے؟

عربوں کے ہاں نسب کوئی معمولی واقعہ نہیں رہا بلکہ عرب قبائل کے ہاں سلسلۂ نسب اِس قدر اہم تھا کہ یہاں کے ذہین لوگوں نے اِسے باقاعدہ ایک علم کی حیثیت دے دی تھی۔ چنانچہ انساب کی مبادیات پر عبور رکھنے والے یہاں علم الانساب کے ماہرین پیدا ہونے لگے۔ تاریخِ دنیا میں نسب کے مبادیات واُصول سب سے پہلے عربوں نے ترتیب دیئے تھے اور یہی اُصول عموماً راجح اور قرین عقل بھی ہیں۔

علم الانساب کی معروف تفہیم یہ ہے کہ علم الانساب وہ علم ہے کہ جس میں کسی فرد یا افراد کے نسب کی معرفت حاصل کی جائے۔ اِس علم کے بھی دیگر علوم کی طرح اپنے قواعد وضوابط، اُصول وشرائط، اصطلاحات اور رموزِ اوقاف ہیں جن کے بغیر اِس کی صحیح معرفت ممکن نہیں۔ یہ علم اہلِ عرب سے مخصوص ہے جس طرح فلسفہ ومنطق اہلِ یونان، طب اہلِ روم، آدابِ نفس و اخلاق اہلِ فارس، علم الصنائع اہلِ چین اور نجوم وحساب اہلِ ہند سے مخصوص ہیں۔ علم الانساب اہلِ عرب کے مخصوص علوم میں سے ہے اور عرب میں اِس پر باقاعدہ ہر دور میں کام ہوا۔

اہلِ عرب نے ہمیشہ سے اپنے نسب کی حفاظت کی تاکہ نہ کوئی اُن میں داخل ہو سکے اور نہ اپنا کوئی فرد خاندان سے خارج ہو سکے جس کی وجہ سے اُن کا نسب محفوظ اور شک وشبہ سے پاک رہا۔ عرب قبل از اسلام اپنا نسب حضرت عدنان، قحطان یا حضرت اسماعیل علیہ السلام تک یاد رکھتے تھے اور جب مناسکِ حج سے فارغ ہوتے تو بازار عکاظ میں جمع ہوتے اور مجمع کے سامنے اپنا شجرۂ نسب بیان کرتے اور اِس پر فخر ومباحات کرتے اور وہ اِس عمل کو حج اور عمرہ کی تکمیل کیلئے ضروری خیال کرتے۔

جب اسلام آیا تو اِس نے بھی معرفتِ نسب کی تاکید کی بلکہ بہت سے احکامِ شرعیہ مثلاً میراث، دیّت، صلہِ رحمی وغیرہ کی بجا آوری اِس علم کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کی معرفت تو واجب قرار دی گئی کیونکہ آپ کے قرابت داروں سے محبت ہی اَجرِ رسالت ٹھہری جیسا کہ حدیثِ ثقلین میں مذکور ہے۔ ماہرِ انساب کو عربی میں ناسب، نسّاب یا نسابہ کہا جاتا ہے اور شجرہ نویس کو مشجّر کہا جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نسب ترتیب کیسے پاتا ہے؟۔ اِس کا سادہ اور معقول جواب تو یہی ہے کہ نسب جدِ امجد سے ترتیب پاتا ہے جیسا کہ عربوں کے ہاں عام رواج تھا کہ وہ اپنے آباء کے اسماء پر اپنا نسب معیّن کر دیتے تھے۔ اِس کی ایک اعلیٰ مثال خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسبِ عالیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاشمی اور قریشی نسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ قریش آپ اپنے جدِ امجد فہر ابن مالک جن کی عرفیت قریش تھی کی وجہ سے معروف ہیں جبکہ ہاشمی آپ اپنے پر دادا ہاشم ابن عبدِ مناف کی وجہ سے کہلاتے ہیں چنانچہ نسب کی تعیین کا اِس سے قوی ثبوت اور کوئی نہیں اور یہی قرین عقل بھی ہے۔

عرب کے ہاں یہی رواج تھا کہ وہ اپنے آباء کے اسماء پر اپنا نسب ترتیب دیتے تھے اور آج تک یہی روایت قائم ہے۔ پس عرب کے انساب اپنے کسی جدِ امجد کے اسمِ گرامی سے ترتیب پاتے ہیں۔ اِس لئے جب ہم سنتے ہیں کہ فلاں ہاشمی، تیّمی، عدی، زہری وغیرہ ہے تو اِس کا مطلب ہے کہ یہ وہ تمام اجداد تھے جن کے اسماء پر شجرہِ ہائے نسب ترتیب دیئے گئے ہیں۔ ہاشمی جناب ہاشم ابن عبدِ مناف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد تھے کی نسبت سے ہاشمی کہلاتے ہیں۔ تیّمی جناب تیّم ابن مرّہ جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جدِ امجد تھے کی نسبت سے تیّمی کہلاتے ہیں۔

عدی جناب عدی ابن کعب جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جدِ امجد تھے کی نسبت سے عدی کہلاتے ہیں جبکہ زہری جناب زہرہ ابن کلاب جو حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ کے جدِ امجد تھے کی نسبت سے زہری کہلاتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ نسب کا قدیم اور معروف رواج یہی تھا کہ یہ اجداد کے اسماء پر قائم کیا جاتا اور یہی روایت آج بھی عرب کے ہاں راجح اور معروف ہے۔

دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ نسب کو پیشے (Profession) سے کیا ربط ہے اور کیا نسب پیشے سے بھی معیّن کیا جا سکتا ہے؟۔ یہ بات جان لینے کی ہے کہ پیشے کو ذات بنانے کی روایت صرف ہندوستان میں ہی رائج رہی ہے۔ اِس کی بنیادی اور اصلی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں چار سماجی طبقات موجود رہے تھے اور اِن میں سے چوتھا طبقہ چونکہ ہر لحاظ سے محروم تھا اِس لئے چوتھے طبقے کے لوگ جب سماجی مقام اور دینی وابستگی حاصل کر لیتے بالخصوص اسلام میں داخل ہو جاتے تو سماجی رُتبہ نہ ہونے کے سبب وہ اپنے پیشے کو اپنا نسب یا ذات بنا لیتے اور اِسی سبب وہ کمّی یعنی کاریگر کہلاتے چنانچہ مکانات تعمیر کرنے اور لکڑی کا کام کرنے والے اپنی ذات ترکھان، حجامت اور شادی بیاہ میں کھانا پکانے والے نائی، شادی بیاہ پر ڈھول تاشے بجانے والے ڈوم یا میراثی، دور دراز مقامات پر موجود کنوؤں سے پانی بھر کر لانے والے اور تندور پر روٹیاں لگانے والے ماچھی (ماشکی)، جراحی کا کام کرنے والے پٹی بن، کوندر اور کھجور کے پتوں سے ٹوکرے اور چھبیاں بنانے والے نٹ، مویشی چرانے والے آجڑی یا گڈریا، کپڑا بُننے والے پاؤلی، جوتیاں بنانے اور گنڈ کا کام کرنے والے موچی یا چمار، مٹی کے برتن بنانے والے کمہار، لوہے کے برتن اور دیگر اشیائے ضروریہ بنانے والے لوہار، سفید کپڑوں پر رنگ چڑھانے والے چڑھووے، نیلگر یا رنگریز ذات لکھ لیتے۔

ہند میں عموماً یہ روایت رہی ہے کہ براہمن اسلام لانے کے بعد اپنا مذہبی تغلّب برقرار رکھنے کیلئے شیخ بن جاتے۔ کھتری اپنا جاہ و جلال قائم رکھنے کیلئے راجپوت بن جاتے جبکہ کسان اور تجارت پیشہ ویش طبقہ کے لوگ اکثر اپنی اصلی شناخت کے ساتھ اسلام میں داخل ہو جاتے چنانچہ جٹ اور پنجابی ساہوکار ذات کی قریباً تمام گوتیں آج بھی اپنی اصلی شناخت کے ساتھ موجود ہیں۔ اِن سب میں ابتذال چوتھے طبقہ یعنی شودر کے حصے میں آیا یعنی مسلمان ہونے کے باوجود بھی یہ لوگ کمّی (کاریگر) کہلانے لگے اور مجبوراً پیشہ ہی اپنی شناخت بنا دیا اور یہی شناخت قریبی زمانے تک من وعن قائم رہی۔

البتہ اِس سے بھی زیادہ یعنی آخری درجے کی ذلت اَتی شودر (اَچھوت) طبقہ نے اُٹھائی جو اسلام یا مسیحیت اختیار کرنے کے باوجود بھی کوئی خاص سماجی رتبہ حاصل نہ کرسکا اور آج کے جدید دور میں بھی زیادہ سے زیادہ مُسلّی اور کم سے کم چُوڑا، کُٹانہ یا بھنگی کی شناخت سے معروف ہے۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام میں ذات پات کا کوئی تصور موجود نہیں ہے اور نہ ہی یہاں کوئی براہمن یا شودر جیسی غیر انسانی اور غیر اخلاقی سماجی تفریق موجود ہے لیکن پھر بھی ہندوستان میں پسے ہوئے طبقات نے سماجی مقام حاصل کرنے کیلئے آخری درجے کی خواری اُٹھائی۔ پیشے کو ذات بنا لینے کا تصور جسے ہندوستانی تہذیب میں جاتی پرم پرہ کہا جاتا رہا ہے صرف ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے پس ہندوستان کے علاوہ دنیا کی کسی بھی تہذیب میں ایسا تصور موجود نہیں رہا۔

پیشہ صرف پیٹ پالنے کی خاطر اختیار کیا جاتا ہے اور اِس کا نسب سے بلا واسطہ یا بالواسطہ کوئی تعلق نہیں ہوتا چنانچہ دنیا کی عظیم ترین ہستیاں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام بھی مختلف پیشوں سے وابستہ رہی ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ نوح علیہ السلام لکڑی کا کام کرتے تھے۔

ادریس علیہ السلام کپڑوں کی سلائی کرتے تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام گلہ بانی کرتے تھے۔ حضرت داوٴد علیہ السلام لوہے کا کام کرتے تھے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت پیشہ تھے۔ چنانچہ کوئی بھی پیشہ اختیار کرنا نہ تو کبھی معیوب رہا ہے اور نہ ہی یہ کبھی نسب کا مآخذ رہا ہے۔نسب صرف ہمارے اجداد کے اسماء سے معیّن ہوتا ہے اور اِسی سے آگے چلتا ہے اور یہی ہر لحاظ سے معقول اور راجح بھی ہے۔

نسب کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرت میں باہم پہچان کیلئے انسان کو نسب کا شعور عطاء کیا۔نسب کے شعور سے مراد انسان کی وہ نسلی وراثت ہے جسے خاندان کا ادارہ مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے پس نسلی شعور کوئی بُری شے نہیں ہے بلکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے یاد دہانی کرائی کہ مِّلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ۚ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔

یہی تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے۔اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اِس سے پہلے کی کتابوں میں بھی اور اِس (قرآن) میں بھی تا کہ یہ رسول (آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم بنی نوع انسان پر گواہ ہو جاؤ۔قریش چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اِس لئے اُن پر اِتمام حجت قائم کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جس وسیلہ کی بنیاد پر دین حق کی دعوت دی یہی نسلی شعور ہے۔یعنی قریش کو ایک ایسے دین کی دعوت دی جا رہی ہے جو اُن کے اپنے ہی جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین رہ چکا ہے۔جامع ترمذی میں امام ترمذی کتاب البر والصلہ میں باب مَا جَاءَ فِي تَعَلُّمِ النَّسَبِ کے عنوان سے باقاعدہ ایک باب قائم کر کے ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ عن ابی ھریرۃ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : تعلموا من انسابکم ما تصلون بہ ارحامکم، فإن صلة الرحم محبة فی الاھل، مثراة فی المال، منساة فی الاثر۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِس قدر اپنا نسب جانو جس سے تم اپنے رشتے جوڑسکو، اِس لئے کہ رشتہ جوڑنے سے رشتہ داروں کی محبت بڑھتی ہے۔ مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے اور آدمی کی عمر بڑھا دی جاتی ہے"۔ (رواہ ترمذی، رقم 1979، مکتبہ شاملہ۔ قال الشیخ الألبانی : صحیح، سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ، ترقیم 276)۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت ہوا کہ دین میں نسب کی معرفت مؤکّد اور اِس کی اہمیت حجّتِ تامہ کا درجہ رکھتی ہے۔ قرونِ وسطیٰ کے معروف عرب مؤرخ اور عالم ابن خلدون المتوفیٰ 1406ء "المقدمہ" میں نسب کی اہمیت پر زور دیتے نظر آتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ نسب کا شعور کسی بھی معاشرے میں ایک بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ نسب تمدن کے ارتقاء اور ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

انساب العرب کے معروف مدوّن اور مؤرخ ہشام ابن الکلبی المتوفیٰ 819ء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب کو حضرت اسماعیل علیہ السلام سے متصل کیا اور پہلی بار قبیلہ قریش کا باقاعدہ نسب مرتب کیا۔ آپ کا نہایت وقیع کام آپ کی کتاب " جمهرة النسب " میں دیکھا جاسکتا ہے۔ ابن الکلبی نے ترتیب انساب کے دوران زیادہ تر عرب کی قدیم زبانی روایات پر بھروسہ کیا یعنی پہلی بار تاریخ میں آپ نے زبانی روایات کو نسب کے ضمن میں اُصول کا مقام دیا چنانچہ بعد کے ادوار میں یہی اُصول ترتیبِ انساب کے ضمن میں رائج رہے۔ راقم نے آپ ہی کے اُصولِ انساب کو مدنظر رکھ کر نسب ھذا مرتّب کیا۔

نسب کی اہمیت کو اگر ہم Categorize کرکے بیان کریں تو یہ چار بنیادی سماجی معاملات سے براہ راست متعلق ہوسکتا ہے۔

۱۔ **قانونیت اور شادی** : معاشرے میں کسی بھی انسان کی قانونی حیثیت طے کرنے میں اُس کے نسب کو ہمیشہ ایک بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے اِس لئے ضروری ہے کہ معاشرے کا ہر فرد اپنے نسب کا کم از کم علم رکھتا ہو۔علاوہ ازیں شادی اسلام کے نزدیک ایک انتہائی اہم اور حساس ادارہ ہے۔اسلام کے نزدیک شادی محض دو افراد کا تفریحی معاملہ نہیں بلکہ اِس سے ایک صالح نسل پروان چڑھتی ہے جس نے آگے چل کر دین و دنیا میں ایک معتبر مقام پیدا کرنا ہوتا ہے اِس لئے ضروری ہے کہ شادی طے کرتے وقت ہم کفو ہونے کے ساتھ ساتھ زوجین کا صحیح النسب ہونا بھی پیشِ نظر رہے۔

۲۔ **وراثت کے قوانین** : اسلامی وراثت کے قوانین میں نسب نامہ ضروری ہے۔قرآن صحیح وارثوں اور اُن کے شرعی حصص کا تعیّن کرتا ہے اور اِس کا تعیّن خاندانی تعلق کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔پس نسب کا علم خاندان کے افراد میں دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بناتا ہے اور کسی بھی قسم کے باہمی نزع کو رفع کرتا ہے۔

۳۔ **سماجی ربط** : کسی کے شجرہ نسب کو سمجھنے سے اُس کے خاندان میں سماجی روابط قائم کرنے میں مدد ملتی ہے۔نسب کا شعور سماجی ہم آہنگی کو فروغ دیتے ہوئے باہمی تعلق اور مشترکہ ورثے کے احساس کو فروغ دیتا ہے۔

۴۔ **اخلاقی تحفظات** : اسلام ایمانداری اور سچائی کے تحفظ کی ترغیب دیتا ہے۔کسی کے نسب کو جاننا اور تسلیم کرنا انسان کے اخلاقی فریم ورک کا حصہ ہے کیونکہ یہ جھوٹے دعاوی یا کسی کے خاندانی پس منظر کو چھپانے کی کوششوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔

پس نسب کی معرفت انسان کو معاشرے میں اخلاقی قباحت سے محفوظ کر لیتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام میں شجرۂ نسب نہ صرف قانونی اور سماجی وجوہات کی بناء پر متعلقہ ہے بلکہ اخلاقی تحفظات اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے بھی منسلک ہے جو مسلم معاشرے کے مجموعی دینی، اخلاقی اور سماجی تانے بانے میں حصہ ڈالتا ہے حتیٰ کہ ہم اگر نماز کے سُنن پر غور کریں تو قعدہ میں جب ہم درودِ ابراہیمی پڑھتے ہیں تو یہ دراصل رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان اور آپ کے جدِ امجد کے خاندان کا نسبی اعتراف ہے یعنی اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ آلِ محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علیٰ آلِ ابراھیم۔

خاندانی روابط قائم کرنے اور سماجی ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں نسب ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اسلام خاندانی رشتوں پر بہت زور دیتا ہے اور کسی کے نسب کا علم اُن رشتوں کو مضبوط کرنے میں مدد کرتا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اپنے اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کے سلسلہ نسب کا جامع علم تھا جس سے اُن کے درمیان بھائی چارے کا جذبہ پیدا ہوا۔ کسی کے نسب کو پہچاننا ایک وسیع المشرب مسلم معاشرے میں شناخت اور تعلق کا احساس فراہم کرتا ہے۔ مزید یہ کہ نسب کا تعلق اسلام میں صدقۂ جاریہ کے تصور کو پروان چڑھاتا ہے۔ مسلمانوں کا ماننا ہے کہ صدقہ کے اعمال یعنی اعمالِ صالحہ لوگوں کو اُن کی موت کے بعد بھی فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں اِس لئے اپنے نسب کو جاننا اور محفوظ رکھنا صدقۂ جاریہ کی ایک شکل سمجھی جاتی ہے کیونکہ یہ معرفت دعاؤں اور نیک اعمال میں اپنے آباؤ و اجداد کو یاد کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

قبیلہ نور احمد خیل کا حقیقی شجرہ

قبیلہ نور احمد خیل کا حقیقی شجرہ دراصل دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ نور احمد سے لیکر آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے کریم داد کی اولاد پر تمام ہو جاتا ہے اور جو خالصتاً زبانی روایات (Oral Traditions) پر مبنی ہے جبکہ دوسرا حصہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے فیضان یافتہ بزرگ سیّدنا حضرت معین الدین (سابق کنہیّا لعل بھاٹیہ) سے شروع ہو کر نور احمد ابن امیر محمد پر تمام ہوتا ہے اور یہ حصہ خالصتاً قرائنی روایات یعنی Circumstantial traditions پر مبنی ہے۔

پہلے حصے کی آخری راویہ راقم کی جدّہ مکرّمہ محترمہ عاشو بی بی زوجہ محمد جان عرفیت شاہ جہان المتوفیہ 2011ء ہیں جبکہ دوسرے حصے کے متون مختلف قرائنی روایات اور نادر النوع اخبارِ آحاد کی بنیاد پر مرتب کئے گئے ہیں۔ یہاں پر اب ہم دونوں حصوں کو بالترتیب درج کر دیتے ہیں تا کہ سند رہے۔

حصہ اوّل مع مختصر احوال نوراحمد

حصہ اوّل نوراحمداور آپ کے سات فرزندان سے شروع ہوتا ہے۔ہم ذیل میں نوراحمداور آپ کے سات فرزندان کے خاندانوں کا مکمل شجرہ درج کریں گے۔

نوجوان نوراحمد بحرانِ عظیم (The Great Famine 1837-1842) کے شروع ہونے سے قبل تک اپنے خاندان کے ساتھ جیسلمیر میں رہائش پذیر تھے کہ 1837ء میں غذاء کے سنگین بحران نے راجستھان کے پورے علاقے کے حالات دِگرگوں کر دیئے چنانچہ نوراحمد بحرانِ عظیم کے دوران یعنی 1838ء میں محض ستائیس سال کی عمر میں اپنے خاندان کو جیسلمیر چھوڑ کر روزی روٹی کی تلاش میں ریاست بہاولپور کے مضافات تک پہنچ جاتے ہیں۔ریاست بہاولپور میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد لودھراں اور ملتان کے راستے سے ہجرت کرتے ہوئے مظفرگڑھ پہنچتے ہیں۔کچھ عرصہ مظفرگڑھ میں تلاشِ روزگار کے سلسلے میں قیام کرتے ہیں پھر یہیں سے سیدھا ڈیرہ غازی خان پہنچ جاتے ہیں۔ڈیرہ میں قیام نہیں کرتے اور یہاں سے سیدھا تونسہ شریف پہنچ جاتے ہیں۔تونسہ شریف میں کچھ عرصہ محنت مزدوری کیلئے رُک جاتے ہیں۔تونسہ شریف اُن دنوں حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کی بدولت خاصا معروف تھا۔

علاوہ ازیں تونسہ شریف اُس وقت تحصیل کلاچی صوبہ پنجاب کا ایک معروف قصبہ تھا اور تونسہ کے لوگ تھانہ کچہری کے معاملات نمٹانے کیلئے تحصیل کلاچی کا رُخ کیا کرتے چنانچہ نوراحمد بھی کسی موقع پر تونسہ کے چند شہریوں کے ساتھ کلاچی آجاتے ہیں اور یہ اغلباً 1842ء کا زمانہ تھا۔کلاچی پہنچنے کے بعد بھرپور جوان نوراحمد یہیں کے ہو جاتے ہیں۔

نہ صرف یہیں کے ہو جاتے ہیں بلکہ یہاں دو شادیاں بھی کر لیتے ہیں۔ پہلی بیوی کلاچی کے مقامی قبیلہ کلاچی بلوچ سے تعلق رکھتی تھیں جبکہ دوسری بیوی مقامی جاٹ قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ پہلی بیوی سے صرف ایک بیٹا ہوا جبکہ دوسری بیوی سے یکے بعد دیگرے اللہ نے آپ کو چھ بیٹوں سے نوازا۔

نوراحمد جن شدید حالات میں اپنا گھر بار چھوڑ کر راجستھان سے نکلے تھے نہیں چاہتے تھے کہ بعد کے ادوار میں اپنے بچوں کو اُن اذیت ناک شب و روز سے آگاہ کریں یہی وجہ ہے کہ بعد کے ادوار میں آپ کے بچوں میں ہجرت کا عمومی شعور باقی نہیں رہا۔ نوراحمد اپنے آبائی علاقہ جیسلمیر میں تھے تو وہاں آپ کی شناخت ذات بھاٹیہ سے عام تھی اور مادری زبان مارواڑی راجستھانی تھی لیکن ہجرت کرتے ہوئے ریاست بہاولپور میں قیام کے دوران آپ یہاں کے لوگوں سے ریاستی (سرائیکی) سیکھ لیتے ہیں اور پھر آج تک آپ کے اخلاف کی زبان سرائیکی ہی رہی۔ چنانچہ زبان میں تو کوئی تفاوت نہیں ہوا البتہ آپ کی اولاد آج تک شناخت کے بحران کا سامنا ضرور کر رہی ہے۔

نوراحمد کلاچی پہنچ کر جو اُس وقت ایک معروف کاروباری مرکز تھا بالخصوص خراسان کے لوگ گومل اور سُرکمر کے راستے سے کلاچی شہر میں داخل ہوتے اور یہاں کی منڈی خوب گرم رہتی، مختلف پیشے اختیار کرتے ہیں جن میں مویشیوں کی خرید و فروخت کا کاروبار زیادہ اہم ہے۔ البتہ بعد میں آپ کی اولاد نے اپنا پیٹ پالنے کیلئے مختلف پیشے اختیار کئے جن میں مرکزی پیشہ معمارت و نجارت (Masonry and Carpentry) زیادہ اہم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ کی اولاد قدیم زمانے کے رواج کے مطابق اِسی شناخت سے معروف ہے حالانکہ ہم تفصیلاً بحث کر چکے کہ پیشہ محض پیٹ پالنے کیلئے ہوتا ہے۔

اِس کا نسب سے قطعی طور پر کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ترکھانی جن میں لکڑی اور چُنائی کا کام زیادہ اہمیت کا حامل ہوتا ہے،کلاچی میں آپ کی اولاد کی واحد شناخت بن گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ شناختی بحران پورے ہندوستان میں ابتداء ہی سے طبقۂ چہارم سے تعلق رکھنے والی نومسلم آبادی کو درپیش رہا۔راجستھان میں مارواڑی بھی بھاٹیہ تھے جو اپنا دبدبہ ویش اور کھتری کی شناخت سے مسلط کئے ہوئے تھے لیکن شودر بھاٹیہ اِبتداء ہی سے اِن کے غیض و غضب کا شکار رہے تھے اِس لئے اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہونے کے بعد طبقۂ چہارم کی یہ کوشش ہوتی کہ وہ اپنی سابقہ شناخت کی بجائے اپنے پیشے کو ہی اپنی شناخت بنالیں بالکل یہی کچھ صورتحال جدِ امجد حضرت معین الدین بھاٹیہ کو بھی درپیش رہی ہوگی۔

بہرکیف واقعہ جو بھی ہو نوراحمد کلاچی میں خود تو شناخت کے مسائل سے دوچار ضرور رہے ہوں گے لیکن آپ کی اولاد اپنے مرکزی پیشہ ہی کے سبب معروف ہوتی گئی اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ نوراحمد کے اخلاف میں ہجرت کا شعور، ذات بھاٹیہ کی آگہی اور اپنی مادری زبان راجستھانی اور آبائی وطن جیسلمیر کا شعور یکسر ناپید ہوگیا۔

نوراحمد کا مختصر احوال بیان کرنے کے بعد یہاں پر ہم اب نوراحمد کے سات بیٹوں کے خاندان تفصیل سے درج کرتے ہیں۔

نـــوراحمــــــد (المتوفی 1876ء)

نوراحمد کی دوازواج سے سات بیٹے ہوئے۔ یارمحمد پہلی زوجہ سے جبکہ باقی چھ بیٹے دوسری زوجہ سے تولد ہوئے۔

① **یارمحمد** (المتوفی 1912ء)

② **شھباز محمد** (المتوفی 1923ء)

③ **میرباز محمد** (المتوفی 1932ء)

④ **مولاداد** (المتوفی 1939ء)

⑤ **اَبرو احمد** (المتوفی 1941ء)

⑥ **غلام صدیق** (المتوفی 1946ء)

⑦ **کریم داد** (المتوفی 1949ء)

خاندان یار محمد

یار محمد (المتوفی 1912ء)

یار محمد عرفیت یارو کے چھ بیٹے تھے۔اللہ بخش کی نرینہ اولاد نہیں تھی جبکہ سب سے چھوٹے بیٹے محمد رمضان جوانی میں ہی انتقال کر گئے تھے۔نمدار محمد اور بختاور احمد دونوں بھائیوں کا ایک ایک بیٹا جبکہ آزاد محمد کے دو اور اللہ ڈیوایا کے چار بیٹے تھے۔ یار محمد کے اِنہی چار بیٹوں سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

١. اللہ بخش
٢. نمدار محمد
٣. آزاد محمد
٤. اللہ ڈیو ایا
٥. بختاور احمد
٦. محمد رمضان

اللہ بخش

اللہ بخش ایک معروف کاروباری شخصیت تھے اور مویشیوں کی تجارت کیا کرتے۔آپ کے متعلق معروف ہے کہ آپ کی حویلی میں گائے اور بھینسوں کا ریوڑ ہر وقت موجود رہتا اور دودھ کی فراوانی کے سبب آپ اہلِ محلہ کی بلا قیمت مدد کر دیا کرتے۔

اللہ بخش کا صرف ایک ہی بیٹا خالق داد تھا اور اِس کے بعد اللہ بخش کا خاندان اِسی بیٹے پر تمام ہو جاتا ہے۔خالق داد کی صرف ایک بیٹی تھی اور آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔خالق داد اپنے وقت کا انتہائی معتبر طبیعت اور انسان دوست شخص تھا۔محلہ کمال خیل مسجد پاؤلیاں والی کے مقابل ایک حجرہ بنا رکھا تھا جس میں شب و روز لوگوں کا تانتا بندھا رہتا۔بَلا کا نڈر اور انگریزوں کی ٹکر کا آدمی تھا۔پے در پے سماجی بغاوت کے سبب ہر چار دن بعد تھانہ کلاچی میں فرنگی داروغہ کے ہاں حاضر کیا جاتا۔

خالق داد عرفیت دادہ گُڈہ

نمدار محمد

غلام قادر عرفیت قادو بنا

نمدار محمد کا صرف ایک بیٹا تھا جبکہ غلام قادر کے تین بیٹے تھے۔

غلام قادر

فضل الرحمان ۔ سیف الرحمان ۔ خلیل الرحمان

فضل الرحمان

عبدالرحمان ۔ عبدالسلام

سیف الرحمان

محمد نعمان ۔ محمد عرفان ۔ محمد احسان ۔ محمد ذیشان ۔ محمد فرحان ۔ محمد ریحان

خلیل الرحمان

محمد اقدس خلیل ۔ تنزیل الرحمان

آزاد محمد

آزادمحمد کے دو بیٹے تھے۔

سونا خان ۔ محمد جان عرفیت شاہ جہان

سوناخان کے پانچ جبکہ محمد جان کے دو بیٹے ہیں۔

سونا خان

نورزمان ۔ عبدالرحمان ۔ شیرزمان ۔ خان زمان ۔ عبدالمنان

نورزمان

محمداکرم

عبدالرحمان عرفیت بگا لالہ

سیف الرحمان

شیرزمان

محمدعرفان

☆☆☆☆☆

محمد جان عرفیت شاہ جہان

محمداسماعیل ۔ محمدسلیمان

محمد اسماعیل

محمدعدنان زیب ۔ نعمان نیئرکلاچوی (راقم)

محمد سلیمان

محمدادریس ۔ محمدرئیس

اللّٰہ ڈیوایا

اللہ ڈیوایا کے متعلق معروف ہے کہ آپ دنیا بیزار مجذوب تھے۔آپ نے پوری عمر عزلت نشینی میں گزار دی۔لوگ آپ کو ڈیوا فقیر بھی کہتے تھے۔آپ کے چار بیٹے تھے۔شادی صرف بڑے بیٹے نے کی۔باقی تین بھی آپ کی طرح درویش صفت اور دنیا بیزار تھے۔

عمردراز۔ محمد ابراہیم ۔ عبدالکریم ۔ غلام یٰسین

عمردراز

عمردراز کے دو بیٹے تھے جبکہ باقی تین بھائیوں نے شادی نہیں کی تھی۔

امام بخش عرفیت گدا حسین ۔ ممتاز حسین عرفیت بگُو

امام بخش کے چار بیٹے ہیں جبکہ ممتاز حسین مجذوب تھے اِس لئے شادی نہیں ہوئی۔

امام بخش

محمد کلیم ۔ محمد سلیم ۔ محمد علیم ۔ محمد تحسین

بختاور احمد

بختاور احمد عرفیت بتہ ایک معروف کاروباری اور سماجی شخصیت تھے۔لوگ آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔آپ ہی والدہ کے متعلق ایک سرائیکی کہاوت پوری کلاچی حتیٰ کہ مضافات تک میں بھی مشہور ہے کہ " ہوساں بتے دی ما، تے کھاساں پا لک؟" یعنی میں ماں ہوں بتے (بختاور احمد) کی اور کھاؤں گی پا لک؟۔مراد سماجی برتری ہے۔بختاور احمد کا صرف ایک بیٹا تھا اور اِسی سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

غلام قادر

غلام قادر کے تین بیٹے ہیں۔

شاہ نواز ۔ اللہ نواز عرفیت گُلی ۔ مالک داد عرفیت مَنا

شاہ نواز کا ایک جبکہ اللہ نواز اور مالک داد کے تین، تین بیٹے ہیں۔

شاہ نواز

محمد رمضان

اللہ نواز

امیرنواز ۔ محمدحنیف ۔ عبداللطیف

مالک داد

شیرداد ۔ محمدعتیق ۔ محمدوسیم

خاندان شہباز محمد

شہباز محمد (المتوفی 1923ء)

شہباز محمد کے تین بیٹے تھے۔

(۱) صاحب داد عرفیت حاجی سوداد

(۲) محمد نواز

(۳) حق نواز

صاحب داد

صاحب داد عرفیت حاجی سو داد تحصیل کلاچی اور مضافات کے ایک انتہائی معزز اور بہت معروف کاریگر (Mason) تھے۔پتھر اور اینٹ کے کام میں سالوں تک آپ کا کوئی ثانی نہیں رہا۔بالخصوص مساجد کے مینار اور در و دیوار کی تزئین (Interior Designing) میں آپ یگانہ روزگار تھے۔مسجد پاؤلیاں والی محلہ کمال خیل کلاچی میں آپ کے تعمیر کردہ مینار اور اینٹوں کو تراش کر بنایا جانے والا تاج آپ کی کاریگری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔آپ کے تین بیٹے تھے۔

رب نواز ۔ شاہ نواز ۔ محمد اقبال تبسم

رب نواز کے چھ، شاہ نواز کے سات اور حق نواز کا صرف ایک بیٹا تھا۔رب نواز ستر کی دہائی میں گورنمنٹ انجینئر تھے۔بہت قابل اور اُصول پسند سرکاری آفیسر تھے۔شاہ نواز اپنے والد کی طرح ایک معروف کاریگر رہے ہیں جن کا ڈنکا اپنے زمانے میں پورے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، ٹانک اور جنوبی وزیرستان میں بجتا تھا۔

رب نواز

محمد ریاض ۔ محمد اعجاز ۔ محمد امجد ۔ محمد مظہر ۔ محمد گوہر ۔ محمد طاہر

شاہ نواز

ارشدفیاض ۔ محمدعصمت۔ محمدشفقت ۔ محمداختر ۔ محمدتحسین ۔ اطہرسہیل ۔ محمدنوید

محمد اقبال تبسم

محمدوسیم ۔ محمدفہیم ۔ محمدنعمان

محمدنواز

محمدنواز کاصرف ایک بیٹا تھااور اِنہی سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

عبدالغفور

عبدالغفور کے تین بیٹے ہیں۔

محمدذیشان ۔ محمداحتشام ۔ یوسف ایمان

حق نواز

حق نواز کا بھی اپنے بڑے بھائی محمد نواز کی طرح صرف ایک بیٹا تھا۔

محمد رمضان

محمد رمضان کے دو بیٹے ہیں۔

عبداللطیف عرفیت ناصر ۔ محمد نادر

۞۞۞۞۞

خاندان میرباز محمد

میرباز محمد (المتوفی 1932ء)

میرباز محمد کے دو بیٹے تھے۔چھوٹا بیٹا جوانی میں ہی وفات پا گیا تھا اِس لئے میرباز محمد کا خاندان آپ کے بڑے بیٹے کی وساطت سے آگے بڑھا۔

① غلام یٰسین

② غلام سرور

غلام یٰسین

غلام یٰسین عرفیت یٰسین ٹھیکیدار کلاچی کی ایک معروف اور صاحب ثروت کاروباری شخصیت تھے۔آپ کا نام بہت دیر تک کلاچی میں معروف رہا بالخصوص سرکاری عمارتوں کی تعمیر اور تزئین کیلئے آپ کی خدمات آج بھی کلاچی میں یادگار ہیں۔آپ نے دو شادیاں کی تھیں اور دو شادیوں سے اللہ نے آپ کو یکے بعد دیگرے آٹھ بیٹوں سے نوازا۔پہلی بیوی سے دو جبکہ دوسری بیوی سے چھ بیٹے ہوئے۔

غلام یٰسین

پیر غلام ۔ عبدالکریم ۔ غلام محی الدین ۔ قطب الدین۔ عبدالرؤف
محمد فاروق ۔ عبدالرزاق ۔ سراج الدین

پیر غلام

محمد رمضان ۔ محمد اسماعیل ۔ محمد یوسف ۔ محمد یونس

محمد رمضان

محمد کامران ۔ محمد عرفان

محمد اسماعیل

محمدخلیل ۔ محمدجلیل

محمد یوسف

محمدتاشفین

محمد یونس

محمدارسلان ۔ محمدنعمان

☆☆☆☆☆

عبدالکریم

عبدالقیوم ۔ فضل کریم ۔ عبدالرحیم ۔ عبدالحلیم ۔ محمد نعیم

عبدالقیوم

محمدسعداللہ ۔ محمدکاشف

فضل کریم

محمدمدثر

عبدالرحیم

محمدفرہاد ۔ محمدحماد

عبدالحلیم

محمداذان ۔ محمدصارم

محمد نعیم

محمدحمزہ ۔ محمدزعیم

☆☆☆☆☆

غلام محی الدین

اکرام اللہ ۔ انعام اللہ

قطب الدین

محمدزبیر ۔ محمدزاہد

عبدالرؤف

وقاراحمد ۔ اسراراحمد ۔ وقاص احمد ۔ ابراراحمد ۔ نثاراحمد

محمد فاروق عرفیت میاں

لاولد

عبدالرزاق عرفیت ہارون

محمداحمد ۔ محمدفیضان

سراج الدین عرفیت پپی

محمدجنید ۔ محمدعلی

خاندان مولاداد

مولاداد (المتوفی 1939ء)

مولاداد نوراحمد کے چوتھے فرزند تھے۔آپ ایک کثیرالعیال شخصیت تھے۔آپ کے تین بیٹے تھےاور اِنہی تین بیٹوں کی وساطت سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

(۱) گل زار احمد

(۲) سردار احمد

(۳) نمدار احمد

گل زار احمد

گل زار احمد عرفیت گلزارا کے دو بیٹے تھے اور اِنہی سے پھر آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

اللہ داد ۔ سونا خان

اللہ داد عرفیت دادہ کے دو بیٹے تھے جبکہ سونا خان کے تین بیٹے تھے۔

اللہ داد عرفیت دادہ

عبدالرحمان ۔ غلام عباس

عبدالرحمان عرفیت ملنگا

فضل الرحمان ۔ خلیل الرحمان

غلام عباس

اصغر ندیم ۔ وکیل احمد

سونا خان

شاہ جہان ۔ محمد رمضان ۔ گل زمان

شاہ جہاں عرفیت ڈھولا

عبدالمنان ۔ شاہ بران ۔ تحسین اللہ ۔ محمد ریاض

محمد رمضان عرفیت شیرا

عبدالحنان ۔ محمد جان ۔ محمد فیاض ۔ محمد عمران

گل زمان عرفیت گُلا

محمد عدنان ۔ محمد مہران

سردار احمد

سرداراحمدعرفیت سردارا کاصرف ایک بیٹا تھااور اِسی سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

آزاد احمد

آزاداحمد کا بھی صرف ایک بیٹا تھا۔

حق داد عرفیت حقّا

سلیم نواز ۔ تسلیم نواز ۔ محمد رمضان

نمدار احمد

نمدار احمد عرفیت نمدارا کے دو بیٹے تھے اور اِنہی سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

شاہ نواز ۔ غلام سرور

شاہ نواز عرفیت شانا کا ایک بیٹا جبکہ غلام سرور کے دو بیٹے تھے جو جوانی میں انتقال کر گئے تھے اِس لئے غلام سرور کا خاندان آگے نہ بڑھ سکا۔

شاہ نواز عرفیت شانا

خوئیداد

محمد جہانگیر عرفیت منشی ۔ آفتاب احمد ۔ اختر حیات

غلام سرور

محمد رمضان عرفیت گمه ۔ عبدالرشید عرفیت شیدو

خاندان اَبرواحمد

اَبرواحمد (المتوفی 1941ء)

اَبرواحمد کے دو بیٹے تھے اور اِنہی سے پھر آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

(۱) محمد رمضان

(۲) عبد الرحمان

محمد رمضان

محمد رمضان اپنے چچا مولاداد کی طرح ایک کثیر العیال شخصیت تھے۔آپ کے تین بیٹے تھے اور اِنہی تین سے اللہ نے آپ کو ایک کثیر خاندان سے نوازا۔

رب نواز ۔ گل زمان ۔ شاہ جہان

رب نواز کے چار،گل زمان عرفیت گلو لاولد اور شاہ جہان عرفیت چنڑ کے پانچ بیٹے ہیں۔

رب نواز

حق نواز ۔ محمد نواز ۔ محمد صادق ۔ محمد سرفراز ۔ عبدالقیوم

حق نواز عرفیت ملکو والا بگا لالہ

عبدالغفار ۔ عبدالستار ۔ محمد شریف ۔ محمد مجید ۔ عبدالطیف

عبدالغفار

نثاراحمد ۔ اسراراحمد ۔ وقاراحمد ۔ محمدزبیر

عبدالستار

افتخاراحمد ۔ محمدکاشف ۔ محمدعابد

محمد شریف

محمدفہیم ۔ محمدنعیم

محمد مجید

محمددلاور ۔ محمدعلی ۔ محمدبلال ۔ عبداللہ

عبدالطیف عرفیت فنی

محمدفرقان

☆☆☆☆☆

محمد نواز عرفیت فخرا

محمدرفیق ۔ محمدشفیق ۔ محمدعابد ۔ محمدشاہد ۔ محمدساجد ۔ محمدراشد ۔ محمدفہیم ۔محمدنعیم

محمد صادق

محمدآصف ۔ محمدیونس ۔ محمداسد ۔ محمدثاقب ۔ محمدعاقب

محمد سرفراز

محمدیوسف ۔ محمدشعیب ۔ محمدعرفان ۔ محمدفرحان ۔ محمدارسلان

عبدالقیوم

محمدوقاص ۔ محمدعادل ۔ محمدجنید

☆☆☆☆☆

شاہ جہان عرفیت چنڑ

محمد سعید۔ محمد اسماعیل۔ محمد شریف۔ محمد حنیف۔ عبدالطیف

محمد سعید

عزیزالرحمان ۔ محمدفاروق ۔ عبدالرؤف ۔ عبدالغنی

محمد اسماعیل

محمدشکیل ۔ محمدعقیل ۔ محمدشعیب ۔ محمدمصطفیٰ ۔ محمدعمیر

محمد شریف

وقاریونس ۔ محمداسرار ۔ محمدنفیس ۔ محمدانس

محمد حنیف

محمدصدیق

عبدالطیف

اویس قرنی ۔ محمدعکرمہ ۔ محمدعمار ۔ محمدکمیل ۔ محمدارقم

عبدالرحمان

عبدالرحمان عرفیت رحمانا بھی اپنے بھائی کی طرح کثیر العیال تھے۔آپ کے چار بیٹے تھے اور اِنہی سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔چونکہ آپ کا خاندان آپ کی زندگی میں ہی ڈیرہ، ٹانک، وانا جنوبی وزیرستان، ژوب اور ضلع خضدار بلوچستان منتقل ہو چکا تھا اِس لئے آپ کا خاندان کلاچی میں معروف نہ ہوسکا۔

امام بخش - محمد نواز - شاہ نواز - عبدالغفار

امام بخش کے تین، محمد نواز عرفیت مندی، شاہ نواز عرفیت شنہ، عبدالغفار عرفیت عدی غفار تینوں بھائیوں کے پانچ ،پانچ بیٹے ہیں۔

امام بخش

عبدالحمید - الٰہی بخش - محمد مشتاق

عبدالحمید عرفیت دادہ اور محمد مشتاق کے چار چار بیٹے ہیں جبکہ الٰہی بخش جوانی میں ہی وفات پا گئے تھے جس کے سبب اُن کا سلسلہ اُن کی ذات پر ہی منقطع ہوگیا۔

عبدالحمید عرفیت دادہ

محمد رمضان ۔ عبدالرشید ۔ محمد سعید ۔ عبدالمنان

محمد رمضان

شیرزمان

محمد عمران ۔ محمد رضوان

عبدالرشید

عبدالطیف

صہیب حسن ۔ شعیب حسن

محمد سعید

محمد جاوید

☆☆☆☆☆

محمد مشتاق

محمداشفاق ۔ محمدعدنان ۔ محمداکرام ۔ عمراحسان

محمد نوازعرفیت مندی

محمد اقبال ۔ علاؤالدین ۔ ظہور احمد ۔ شکور احمد ۔ منظور احمد

محمد اقبال عرفیت بالی کے چھ بیٹے، علاؤالدین عرفیت علاوا ،ظہور احمد اورشکور احمد تینوں بھائیوں کے دودو بیٹے ہیں۔

محمد اقبال عرفیت بالی

محمدبلال۔ محمدآصف ۔ محمدسہیل ۔ محمدوقاص ۔ محمدوسیم ۔ محمدجنید

علاؤالدین عرفیت عِلاوا

صلاح الدین ۔ محمدعمیر

ظہور احمد

عبدالغفور ۔ حمیدالغفور

شکور احمد

نذیراحمد ۔ منظوراحمد

☆☆☆☆☆

شاہ نواز

سرفراز احمد ۔ اللہ نواز ۔ قیوم نواز ۔ احمد نواز ۔ عمرحیات

سرفراز احمد

خضرحیات ۔ محمدریاض ۔ محمدفیاض ۔ محمدمدثر ۔ محمدابوبکر۔ محمدعباس

اللہ نواز عرفیت گُگہ

شاہدنواز۔ اسدنواز ۔ عامرنواز ۔ کاشف نواز ۔ مجیب نواز ۔ باسط نواز

قیوم نواز

یاسرنواز ۔ واصف نواز

احمد نواز عرفیت پپو

حسیب نواز ۔ توصیف نواز ۔ عاقب نواز ۔ محب نواز ۔ عیان نواز ۔ آریان نواز

عمرحیات عرفیت مِٹھا

محمد بلال ۔ محمد ذیشان

☆☆☆☆☆

عبدالغفار عرفیت عدی غفار

محمدیونس۔عبدالجبار۔محمدلقمان۔محمدیوسف۔محمدعمران

محمد یونس

محمد ریحان

عبدالجبار

محمدوقار ۔ محمداسرار ۔ محمدانس

محمد لقمان

محمدابوبکر ۔ محمدعمر ۔ محمدحمزہ

محمد یوسف

محمددانش

خاندان غلام صدیق

غلام صدیق (المتوفی 1946ء)

غلام صدیق قلیل العیال تھے ۔آپ کا صرف ایک بیٹا اور چار بیٹیاں تھیں لیکن چونکہ بیٹے کی نرینہ اولادنہیں تھی اِس لئے آپ کا خاندان آگے نہ بڑھ سکا۔بیٹیوں میں سب سے بڑی بیٹی صاحب بی بی جو راقم کی دادی تھیں ۔دوسری بیٹی جنت بی بی محمد رمضان ولدیت اَبرواحمد کی زوجہ تھیں ۔تیسری بیٹی گانور بی بی اپنے چچازادخوئیدادولدیت کریم داد کی زوجہ تھیں اور کلاچی کے معروف کانیگرم والے پیر حضرت سید گل رخسار شاہ جیلانی رحمہ اللہ کی خوشدامن اور پیر سید نورعلی شاہ جیلانی المعروف چن پیر کی نانی تھیں ۔چوتھی بیٹی تگو بی بی تھیں ۔

① غلام حسن

غلام حسن کی کوئی نرینہ اولادنہیں تھی ۔صرف ایک بیٹی مسمّاۃ حیات بی بی تھیں جن کا عقد کلاچی کے معروف اعوان قبیلہ کے ایک کاریگر غلام محمد عرفیت غلامد جو معروف کلاچیوال چاقو بنایا کرتے، سے ہوا تھا۔جن سے دو بیٹے غلام صدیق عرفیت گُلا اور غلام محی الدین عرفیت دینو ہوئے اور پھر اِنہی سے آپ کا دختری خاندان آگے بڑھا۔

۞۞۞۞۞

خاندان کریم داد

کریم داد (المتوفی 1949ء)

کریم داد کے پانچ بیٹے تھے۔ بڑے تین بیٹوں کی نرینہ اولاد نہیں تھی جبکہ باقی دو میں سے ایک بیٹے کا صرف ایک بیٹا اور سب سے چھوٹے بیٹے کے چار بیٹے تھے۔ کریم داد کے اِنہی چھوٹے دو بیٹوں کی وساطت سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

① مکھن خان

② ملک خان

③ خوئیداد

④ ولی داد

⑤ صاحب داد

مکھن خان

مکھن خان عرفیت مکھنڑ خان کے متعلق ایک متواتر روایت ہے کہ ایک دن آپ کلاچی میں کسی کام کے سلسلے میں لوہار کی دکان پر موجود تھے۔ لوہار اُس وقت اِکنالی بندوق (Shotgun) پر کام کر رہا تھا کہ اچانک بندوق کی نالی (Barrel) سے گولی نکلی اور سیدھا مکھن خان کے سینے میں پیوست ہوگئی جس کے نتیجے میں مکھن خان موقع پر ہی چل بسے۔ یوں مکھن خان لواحقین میں جوان بیوہ اور ایک بیٹی کو چھوڑ گئے۔ اولادِ نرینہ نہ ہونے کے سبب آپ کا خاندان آپ کی ذات پر ہی منقطع ہوگیا۔

ملک خان

ملک خان کے ساتھ بھی اپنے بڑے بھائی مکھن خان جیسا حادثہ پیش آیا۔آپ چونکہ ایک جانے مانے کاریگر (Mason) تھے۔ایک دن کسی کے گھر میں کام کر رہے تھے کہ اچانک چھت نیچے گر پڑی جس کے نتیجے میں آپ موقع پر ہی انتقال کر گئے۔ یوں ملک خان اپنے بڑے بھائی کی طرح لواحقین میں جوان بیوہ چھوڑ گئے۔اولادِ نرینہ نہ ہونے کے سبب آپ کا خاندان آپ کی ذات پر ہی منقطع ہوگیا۔

ولی داد

ولی داد کا صرف ایک بیٹا تھا اور اِنہی ایک بیٹے سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

سید غلام

عبدالحمید ۔ محمد رمضان ۔ عبدالغفور جان ۔ غلام جیلانی

عبدالحمید

محمداویس

محمد رمضان

محمدریحان علی ۔ محمدعفان

عبدالغفور جان

عبداللہ جان ۔ محمدمعاذ ۔ سمیر جان

صاحب داد

صاحب داد کے چار بیٹے ہیں اور اِنہی چار بیٹوں سے آپ کا خاندان آگے بڑھا۔

حق داد ۔ غلام فرید ۔ گل حبیب ۔ عبدالرحمان

حق داد اور عبدالرحمان کے چار چار بیٹے، گل حبیب کے دو اور غلام فرید کا ایک بیٹا ہے۔

حق داد

قادر داد ۔ محمد حنیف رحمانی ۔ محمد عارف ۔ محمد اشرف

قادر داد

محمد طیب ۔ طٰہٰ حسنین

محمد حنیف رحمانی

محمد انس رحمانی

محمد عارف

محمداکمل ۔ محمدرافع

محمد اشرف

محمدحنظلہ ۔ محمدعفان

☆☆☆☆☆

غلام فرید

عبدالرشید سکندر

محمدابوبکر

☆☆☆☆☆

گل حبیب

حبیب الرحمان ۔ محمد حسیب

حبیب الرحمان

محمد جلیل

محمد حسیب

محمد فیضان

☆☆☆☆☆

عبدالرحمان

سیف الرحمان ۔ محمد رمضان ۔ آصف الرحمان ۔ ساجد الرحمان

سیف الرحمان

محمد عیان ۔ محمد عثمان

حصہ دوم مع مختصر احوال معین الدین بھاٹیہ

کنہیاّ لعل بھاٹیہ جیسلمیری بچپن ہی سے دنیا بیزار اور حقیقت وسلوک کی راہ کے متلاشی تھے۔ ہندوستان میں چونکہ طبقۂ چہارم (شودر) کے افراد کو دھرم شِکشہ (دینی تعلیم) سے قصداًاور حکماً دور رکھا جاتا تھا اس لئے اِس طبقہ کے لوگوں کے ذمہ صرف سماج کی خدمت کرنا ہوتا تھا۔ یہ لوگ بظاہر تو سماج کا اٹوٹ حصہ ہوتے تھے لیکن تکریم میں یہ طبقہ ویش اور کھتری سے کم درجے کا ہوتا تھا لیکن اَتی شودر (اَچھوت) سے اچھا خاصا معتبر رتبہ رکھتا تھا۔

طبقۂ چہارم سے تعلق رکھنے والے یہ حرماں نصیب لوگ سماج کی خدمت میں اِس قدر مصروف رہتے تھے کہ دھرم (دین) کیا ہے؟، نیتکا (اخلاقیات) کیا ہیں؟، پوجا پاٹ (عبادت) کسے کہتے ہیں؟ اور ایشور (اللہ) کون ہے اور اِس سے منش جاتی (انسان) کو کیا ربط حاصل ہے، ایسی تمام باتوں کا طبقۂ چہارم کے لوگوں سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ پس ایسی عجیب وغریب صورتحال میں اِس طبقہ کے لوگ کبھی دھرم یعنی دین کی طرف توجہ ہی نہ دیتے اور اِسے بڑے لوگوں کا کرِیا کانڈ (دھندہ) سمجھتے تھے۔

چنانچہ کنہیاّ لعل بھاٹیہ بھی اپنے خاندان کے دیگر افراد کے ساتھ سماج کی خدمت میں مصروف تھے کہ ایک دن کسی کی زبانی سنتے ہیں کہ اجمیر میں تُوران سے ایک صوفی سَنت تشریف لائے ہیں جو لوگوں کو عربی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھاتے ہیں۔ اُنہیں ایشور (اللہ) کے بارے بتاتے ہیں۔ اُنہیں پربھو گیان (اللہ کی معرفت) سکھاتے ہیں بلکہ اُنہیں سماجی عزت وتکریم بھی بخشتے ہیں۔ پس جو کوئی بھی آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عربی پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھ لیتا ہے تو وہ سماج میں اُچت (اعلیٰ ارفع) ہو جاتا ہے۔

پس یہی جگیاسا (جستجو) لیکر کنہیّا لعل بھاٹیہ جیسلمیر سے اجمیر کی طرف چل پڑتے ہیں۔مختصر یہ کہ کنہیّا لعل بھاٹیہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر عربی پیغمبر حضرت محمد ابن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیتے ہیں۔اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہونے کے بعد کنہیّا لعل بھاٹیہ معین الدین کے نام سے سرفراز ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ حضرت خواجہ اجمیریؒ کی صحبت سے فیضیاب ہوتے ہیں کہ پھر روٹی روزی کا خیال آتے ہی حضرت خواجہ اجمیریؒ سے اجازت لیکر واپس اپنے آبائی علاقہ جیسلمیر کا رُخ کر لیتے ہیں۔

جیسلمیر پہنچ کر سب سے پہلے آپ اپنی اہلیہ دُرگا دیوی کو کلمہ پڑھاتے ہیں اور اُن کا نام اسلامی نام محمدی بائی رکھ لیتے ہیں ہیں جبکہ اپنے بڑے فرزند رتن لعل کا نام کسی مسلمان صوفی سے پوچھ کر عثمان محمد رکھ لیتے ہیں جبکہ چھوٹے فرزند مُرلی داس کا نام داس معین رکھ لیتے ہیں جو بعد میں غلام فقیر کے نام سے معروف ہو جاتے ہیں۔چونکہ کنہیّا لعل جو اب معین الدین بن چکے تھے کے اندر حق کی جستجو کی تڑپ موجود تھی اِس لئے خدا نے آپ کو راہِ حق دکھا دی اور آپ کا خاندان اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہو گیا۔

جدِ امجد سیّدنا معین الدین بھاٹیہ کا مختصر حال بیان کرنے کے بعد اب ہم آپ کا نسب بیان کرتے ہیں جو آپ کے چھوٹے فرزند حضرت غلام معین الدین المعروف غلام فقیر سے شروع ہو کر نور احمد پر تمام ہو جاتا ہے۔واضح رہے کہ آپ کے بڑے فرزند عثمان محمد جوانی میں ہی انتقال کر گئے تھے اِس لئے آپ کا خاندان آپ کے چھوٹے فرزند غلام معین الدین عرفیت غلام فقیر سے آگے بڑھا۔

معین الدین بھاٹیہ جیسلمیری(المتوفی 1259ء)

غلام معین فقیر عرفیت غلام فقیر (المتوفی 1288ء)

کریم احمد (المتوفی 1316ء)

کرم حیدر (المتوفی 1376ء)

یار حسین (المتوفی 1385ء)

حسن یار (المتوفی 1430ء)

حسین کریم (المتوفی 1455ء)

حسن احمد (المتوفی 1492ء)

گل زار علی (المتوفی 1556ء)

محمد کریم (المتوفی 1568ء)

یار احمد (المتوفی 1586ء)

احمد جان (المتوفی 1630ء)

کرم علی (المتوفی 1670ء)

آزاد حسین (المتوفی 1702ء)

علی یار (المتوفی 1723ء)

آزاد احمد (المتوفی 1773ء)

عطاء احمد (المتوفی 1805ء)

امیر محمد (المتوفی 1835ء)

نور احمد (المتوفی 1876ء)

قبیلہ نوراحمدخیل کا روحانی شجرہ

ایمان اصل میں ایک مابعدالطبعی مظہر (Metaphysical Phenomenon) ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ ایمان محض " قول" کا نام ہے۔یعنی ایمان کی شہادت محض قول پر مبنی ہے اور اِس میں دیگر لوازماتِ دینیہ کو دخل نہیں ہے پس ایمان کی یہ قانونی حیثیت ہے۔ چنانچہ کوئی غیر مسلم اسلام اختیار کرتا ہے تو وہ اِسی قانونی حیثیت کی بنیاد پر مسلمان کہلاتا ہے۔قول کی مزید شرح کریں تو اِس کا سادہ مطلب عقیدہ ہے یعنی عقیدہ ہی اصل ہے فعل کی نسبت۔پس کوئی انسان بغیر اسلام میں داخل ہوئے بھی ایک اعلیٰ اخلاقی انسان ہوسکتا ہے لیکن اُسے قانوناً مسلمان نہیں کہا جائے گا۔

روحانی شجرہ سے مراد دراصل اِسی قول یا عقیدہ کی بنیاد پر قائم کیا گیا شجرہ ہے جس کا سلسلہ ہمارے جدِ امجد معین الدین بھاٹیہ سے شروع ہوکر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوجاتا ہے۔ بادی النظر میں تو یہ ایک شجرہ ہے مگر حقیقت میں یہ عقیدہ کی ایک دستاویز ہے جو ہمیں دین اسلام سے مربوط کرتی ہے۔عرف میں اِسے شجرۂ چشتیہ بھی کہا جاتا ہے۔پس اگلے صفحات میں ہم یہی شجرہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

شجرہِ طریقت سلسلہِ چشتیہ

رسالت مآب حضرت محمد کریم ﷺ (المتوفی 571ء)

حضرت خواجہ علی ابن ابی طالب نوّراللہ وجہہ الکریم (المتوفی 661ء)

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 728ء)

حضرت خواجہ عبدالواحد ابن زید رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 794ء)

حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 803ء)

حضرت خواجہ ابراھیم ابن ادھم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 782ء)

حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 823ء)

حضرت خواجہ ابوھبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 895ء)

حضرت خواجہ ممشاد علوی دینوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 911ء)

حضرت خواجہ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 940ء)

حضرت خواجہ ابوابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 966ء)

حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1020ء)

حضرت خواجہ ابویوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1067ء)

حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1139ء)

حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1225ء)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1220ء)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1236ء)

حضرت خواجہ معین الدین بھاٹیہ جیسلمیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1259ء)

حضرت خواجہ اجمیریؒ کا فیضان

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ التسلیم وہ ہستی ہیں جن سے ہمارے جدِ امجد حضرت خواجہ معین الدین بھاٹیہ جیسلمیری نے ایمان کا نور حاصل کیا، نہ صرف اسلام کی روشنی سے منور ہوئے بلکہ اپنے علاقے میں سماجی تعظیم سے بھی بہرہ مند ہوئے۔ یہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم ہی کا فیضان تھا کہ جدِ امجد معین الدین اپنے خاندان سے کٹ کر خود کو ایک نئے سلسلے سے جوڑ لیتے ہیں۔آپ نے اجمیر سے واپسی پر سب سے پہلے اپنے خاندان کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔ اِس جوہری انقلاب پر آپ کے بڑے بھائی اور خاندان کے دوسرے لوگ آپ پر متعجب بھی ہوئے لیکن چونکہ وہ لوگ روزی روٹی کے چکر میں جتھے ہوئے تھے اِس لئے آپ کے اقدام کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔

روٹی کا مسئلہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ اِس کو ایک دم سے نظر انداز کیا جا سکے۔ بسا اوقات یہ مسئلہ انسان کے عقائد کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ کا ایک بیت ہے کہ ع

پنج رکن اسلام دے تے چھیواں فریدا ٹُک
جے نہ لبھے چھیواں تے پنجی ویندے مُک

ایک معروف روایت ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم نے کم و بیش نوّے ہزار ہندوستانیوں کو اسلام کی روشنی سے منور کیا تھا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام کی مکمل تعلیمات اُن تمام نوّے ہزار لوگوں کو سکھانا محالِ مطلق تھا۔

یہی وجہ ہے کہ جلد یا بدیر نومسلم ہندوستانی روزی روٹی کے چکر میں اسلام کی تعلیمات سے دور ہوتے گئے اور پھر نوبت محض ایک کلمہ گو مسلمان تک پہنچ گئی چنانچہ قریبی زمانے تک ہندوستانی مسلمانوں کی یہی حالت تھی۔

واقعہ یہ ہے کہ صدیوں سے دھرم گیان (دینی شعور) سے محروم طبقہ کسی ولی بزرگ کے ہاتھ پر صرف ایک کلمہ پڑھ لینے سے دینی شعور کا حامل نہیں ہو جاتا لیکن یہ بھی ایک زمینی حقیقت ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی وساطت سے ہزاروں ہندوستانی حلقۂ اسلام میں داخل ہو کر ایک نئی اخلاقی اور سماجی زندگی سے فیضیاب ہوئے۔ چنانچہ یہی فیض جدِ امجد حضرت معین الدین بھاٹیہ کے حصے میں بھی آیا۔ آپ جب اجمیر سے اسلام کی روشنی لیکر واپس لوٹے تو سب سے پہلے اپنے خاندان کو اِس روحانی دولت سے روشناس کرایا۔ بڑے بیٹے رتن لعل کا نام عثمان محمد رکھا جبکہ چھوٹے بیٹے مُرلی داس کا نام داس معین الدین رکھ لیا۔ یہی مُرلی داس بعد میں اپنے خاندان اور جیسلمیر میں غلام فقیر کے نام سے معروف ہوتے ہیں اور آپ کی ہی وساطت سے باقاعدہ طور پر دین اسلام خاندان میں مروج ہوتا ہے۔ عثمان محمد جوانی میں ہی انتقال کر جاتے ہیں اِس لئے آپ کا سلسلہ آپ کی ذات پر ہی منقطع ہو جاتا ہے جبکہ غلام فقیر جوانی کے ایام میں ہی جیسلمیر چھوڑ کر اجمیر شریف چلے جاتے ہیں جہاں پر آپ ایک نومسلم خاتون سے بیاہ کر لیتے ہیں جن کے بطن سے اللہ تعالیٰ آپ کو دو بیٹوں سے نوازتے ہیں۔

چھوٹا بیٹا قطب شریف حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی درگاہ اجمیر شریف میں ہی سکونت اختیار کر لیتا ہے جبکہ بڑا بیٹا کریم احمد اپنے والد غلام فقیر کے ساتھ واپس اپنے خاندان کے پاس جیسلمیر چلا جاتا ہے۔

قطب شریف حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی درگاہ پر ہی قیام کے دوران معروف چشتی بزرگ اور حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کے چہیتے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی کی خدمت کا موقع بھی پاتے ہیں۔ یوں ایک طرح سے معین الدین بھاٹیہ کا خاندان سلسلۂ چشتیہ سے باقاعدہ طور پر جُڑ جاتا ہے۔قطب شریف چونکہ فقر وسلوک کی راہ کے مسافر تھے اِس لئے آپ نے شادی نہیں کی اور پوری زندگی حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی درگاہ پر خواجگان اور عوام الناس کی خدمت میں گزار دی۔

غلام فقیر اپنی اہلیہ اور بڑے فرزند کریم احمد کے ساتھ واپس جیسلمیر آجاتے ہیں اور پھر یہیں سلسلۂ چشتیہ کی تعلیمات لوگوں کو سکھاتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے کہ کریم احمد حصولِ معاش کی خاطر جیسلمیر سے باہر نکل جاتے ہیں اور پھر ایک زمانے کے بعد جب شادی کرکے واپس جیسلمیر آتے ہیں تو آپ کی والدہ اور والد غلام فقیر وفات پاچکے ہوتے ہیں۔

کریم احمد چونکہ روزی روٹی کے مسائل سے دوچار رہتے ہیں اِس لئے وہ فقر وسلوک کی راہ اختیار کرنے کی بجائے مستقل طور پر جیسلمیر میں مویشیوں کی خرید وفروخت کا کاروبار شروع کر لیتے ہیں۔ہندوستان میں یہ دور حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر علیہ التسلیم کا دور تھا لیکن چونکہ اب معین الدین بھاٹیہ کا خاندان معاش کے سلسلے میں دین کیلئے خود کو وقف رکھنے کی استطاعت سے محروم ہو چکا تھا اِس لئے جیسلمیر میں سلسلۂ چشتیہ حضرت خواجہ غلام فقیر ہی کی ذات پر منقطع ہو جاتا ہے۔

دین کا معاملہ وراثت یا فن جیسا نہیں ہوتا کہ اِسے کسی بھی وقت منتقل یا اختیار کرکے اِس سے تمسک کیا جاسکے چنانچہ ایک بار دینی توفیق سے محرومی نسلوں تک اپنا اثر دکھاتی رہتی ہے بالخصوص ایسے سماج میں جہاں روٹی کا حصول دین کے شعور سے زیادہ اہم ہو جائے۔

پس دعا ہے کہ اجدادِ مکرّمین کی طرح ایک بار پھر اللہ تعالیٰ خواجہ معین الدین بھاٹیہ کی اولاد کو توفیق خاص عطاء فرمائے کہ وہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ التسلیم کی محبت و التفات کی طرف توجہ دے سکیں اور جہاں کہیں بھی موجود ہوں، متصوفانہ محبت و اخلاص بانٹ سکیں۔

آمین ثم آمین

قربِ حق اے نیاز گر خواہی
ساز وردِ زباں معین الدین

تمّت بالخیر

کتابیات Bibliography

1

امام ترمذی۔ سنن جامع ترمذی۔ باب ماجاء فی تعلم النسب۔ رقم الحدیث۔ 1979۔مکتبہ شاملہ، اُردو ایڈیشن

2

لابی منذر ہشام بن محمد بن سائب الکلبی۔ جمھرۃ النسب۔ مطبوعہ۔مکتبہ ثقافۃ الدینیۃ 526 شارع بورسعید القاہرہ، مصر۔ سن 2003ء

3

علامہ شبلی نعمانی۔ علم الکلام اور الکلام۔ مطبوعہ۔ دوست ایسوسی ایٹس، اُردو بازار لاہور۔ سن 2003ء

4

امین اللہ خان گنڈہ پور۔ تاریخ سرزمین گومل۔ مطبوعہ۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد۔ سن 2020ء

5

شیر محمد خان گنڈہ پور۔ تواریخ خورشیدِ جہاں۔ مطبوعہ۔ اسلامیہ، لاہور۔ سن 1894ء

6

نعمت اللہ ہروی۔ تاریخ خان جہانی ومخزنِ افغانی۔ مطبوعہ۔ ایشیاٹک سوسائٹی آف پاکستان ڈھاکہ، متحدہ پاکستان۔ سن 1960ء

7

1818ce.The Full Census in British India- Source: Census of India ,1931 Part I , Punjab Report , Lahore

8

Bhagat Ram B. " Caste Census "Looking Back, Looking Forward "; Economic and Political Wheekly 42, No: 21 (2007) - 1902 - 1905

9

A. M . Shah. " The Structure of Indian Society : Then and Now ". Pub: Routledge, Year - 2012

10

Kamladevi Chattopadhyaya. " Tribalism in India" Pub: University of Michigan USA, Year - 1978

11

Chhaya Goswami. " Gblobalization before its Time " Pub: Penguin UK, Year - 2016

12

Gijsbert Oonk. Global Indian Diasporas " Pub: Amsterdam University Press Netherlands, Year - 2007

13

Kumar Suresh Singh, Rajendra Beharilal. " People of India ". Pub: Popular Prakashan , Mumbai Year - 2003

14

Lt Col James Todd. " The Annals and Antiquities of Rajputana " , Pub: Munshiram Manoharlal Publishers Pvt Ltd, Rajasthan , Year - 2001

15

Denzil Ibbeton. " Punjab Castes " , Pub: The Superintendent Government Printing , Lahore Punjab British India , Year - 1916

16

André Wink. " The Making of the Indo-Islamic World: c 700-1800 CE , Pub: Cambridge University Press UK , Year - 2020

17

Dr B. R. Ambedkar. " Annihilation of Caste " Pub: Verso Annotated Critical Edition , New York , USA Year - 2016 Originally Published : 1936

18

Dr B. R Ambedkar. " Who were Shudras? " Pub: Prabhat Prakashan Pvt Ltd , New Delhi, India, Year - 2022 Originally Published: 1946

19

व्यास, शर्मा." राजस्थान का इतिहास , प्रारम्भ से 1956 ई " प्रकाशक: पंचशील प्रकाशन जयपुर , राजस्थान भारत, वर्ष - 2020, मूल रूप से प्रकाशित: 1960

20

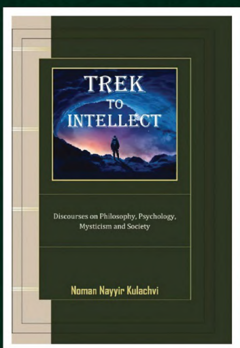
गोपीनाथ शर्मा. " राजस्थान का इतिहास ", रकाशक: शिव लाल अग्रवाल एंड कंपनी, आगरा, यू पी भारत , वर्ष - 2017

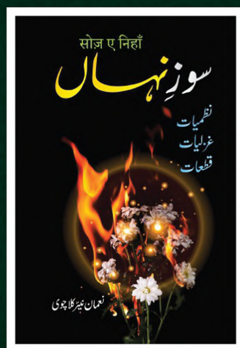


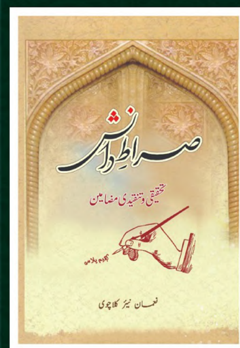
سید المجاذیب خواجہ سید نعمان نیئر کلاچوی صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک دور اُفتادہ تحصیل کلاچی کے باسی ہیں۔آپ ایک جامع العلوم شخصیت ہیں۔آپ بیک وقت مذاہبِ عالم، علم الکلام و فلسفہ، شعر و اَدب، صحافت و بلاغت، معاشرت و سیاست، نفسیات و روحانیات اور رقص و موسیقی پر گہری گرفت رکھتے ہیں۔آپ ایک طویل عرصے سے مسلسل گوشہ نشینی اختیار کئے ہوئے ہیں اور دریں اثناء علمی و تحقیقی کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ماڈرن فلاسفی اور علمِ نفسیات پر آپ کا علمی کام اُردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں انٹرنیٹ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔آپ پانچ کتابوں ''عشق کی سائنس''، ''تصوف کی ڈکشنری'' ، ''صراطِ دانش''، ''سوزِ نہاں'' اور " Trek to Intellect " کے مصنف ہیں۔علاوہ ازیں دیگر کئی مقالات و علمی شذرات کے بھی مؤلف و مصنف ہیں۔زیرِ نظر تالیف بھی آپ ہی کی علمی و تحقیقی جہد کا ماحصل ہے۔

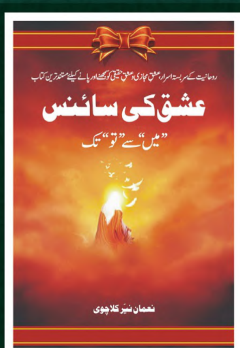
❁❁❁❁❁

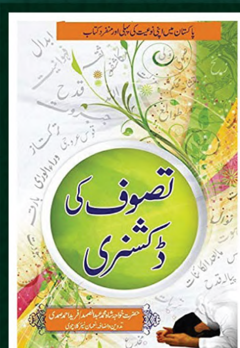
خواجہ نعمان نیئر کلاچوی کی دیگر علمی و تنقیدی کتب ملاحظہ فرمائیں۔











MURSHID
PUBLICATIONS

9 789692 228046